© rasailojaraid.com

نظم قرآن، مولانا فراہیؒ اور مولانا مودودیؒ

———— پروفیسر سید احتشام احمد ندوی

مجلّہ تحقیقاتِ اسلامی، جلد ۲۸، شمارہ ۳، جولائی - ستمبر ۲۰۰۹ء میں جناب سید حامد عبدالرحمٰن الکاف اور مولانا نعیم الدین اصلاحی کے مقالے مولانا حمید الدین فراہی اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے نظریات پر شائع ہوئے ہیں۔ دونوں فاضلان گرامی نے یہ کوشش کی ہے کہ نظم قرآن کے نظریہ کو مولانا مودودی کی تفسیر تفہیم القرآن سے ثابت کردیں۔ چوں کہ مولانا مودودی متاخر اور مولانا فراہی متقدم ہیں، اس لیے منطقی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مولانا مودودی نظم قرآن کے نظریہ میں مولانا فراہی کے مقلّد یا پیروکار ہیں۔ **والفضل للمتقدم۔**

نظریۂ نظم قرآن مولانا فراہی کی ایجاد نہیں ہے۔ علمائے اسلام کی ایک قابل ذکر تعداد اس کی قائل رہی ہے۔ بعض نے پورے قرآن کی تفسیر نظریۂ نظم کے مطابق لکھی ہے۔ قائلینِ نظم میں ابراہیم بن عمر بقاعی (م ۸۸۵ھ) کو شہرت حاصل ہے۔ دوسری طرف علماء کا ایک گروہ ایسا بھی ہے، جو نہ صرف یہ کہ نظم کو تسلیم نہیں کرتا، بلکہ قرآن میں نظم کی تلاش کو تکلّف و تصنّع اور تضییع وقت سمجھتا ہے۔ اس گروہ میں شیخ عزّ الدین بن عبدالسلام (م ۶۶۰ھ) اور امام محمد علی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) نمایاں ہیں۔ شاہ ولی اللہ بھی قرآن میں نظم کے قائل نہیں ہیں۔ اس موضوع پر عصر حاضر کے مشہور محقق علامہ شبلی نعمانی (م ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء) کی ایک تحریر کا حوالہ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے:

"یہ امر صاف نظر آتا ہے کہ قرآن مجید کی اکثر آیات میں کوئی خاص ترتیب نہیں ہے۔ ایک آیت میں کسی فقہی حکم کا بیان ہے۔ اس کے بعد ہی کوئی اخلاقی بات شروع ہوجاتی ہے، پھر کوئی قصہ چھڑ جاتا ہے، ساتھ ہی کافروں سے خطاب شروع ہوجاتا ہے، پھر کوئی اور بات نکل آتی ہے، غرض یہ کہ عام تصنیفات کا جو طرز ہے کہ ایک قسم کے مطالب یک جا بیان کیے جائیں، قرآن پاک کا یہ طرز نہیں"۔ (مقالات شبلی، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۲۰۰۸ء، جلد دوم، ص ۱۳)

آگے انھوں نے اس سلسلے میں قدماء کے اختلاف کا تذکرہ کیا ہے اور خاص طور پر شاہ ولی اللہ کا نام لیا ہے۔ فرماتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''اس کے متعلق قدماء کی مختلف رائیں ہیں۔شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ چوں کہ قرآن مجید میں عرب کے خطبات کا انداز ملحوظ ہے اور ان کے خطبے اسی طرح کے ہوتے تھے، یعنی مختلف مضامین بلاترتیب بیان کرتے تھے، اس لیے قرآن پاک میں بھی وہی طرز ملحوظ رکھا ہے۔اکثر علماء کی یہ رائے ہے کہ قرآن مجید کی آیتیں مختلف وقتوں میں مختلف ضرورتوں کے پیش آنے پر نازل ہوتی رہیں، اس لیے ان میں کوئی ترتیب کیوں کر قائم ہوسکتی ہے، مثلاً کسی شخص کی مختلف تقریروں کو، جو اس نے مختلف وقتوں میں کیں، اگر یک جا قلم بند کردیا جائے تو ان میں ترتیب کیوں کر پیدا ہوسکتی ہے؟ یہ رائے بہ ظاہر بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ یہ مسلّم ہے کہ قرآن مجید نجماً نجماً یعنی جستہ جستہ نازل ہوا ہے اور ہر سورہ اور ہر ٹکڑے کا شانِ نزول مختلف ہے، اس لیے ان میں ترتیب کیوں کر قائم رہ سکتی ہے''۔ (حوالہ سابق، ص۱۳-۱۴)

آگے علامہ شبلی نے قائلین نظم کا بھی تذکرہ کیا ہے۔اس ضمن میں متقدمین میں علامہ بقاعی اور متاخرین میں مولانا فراہی کا حوالہ دیا ہے۔لکھا ہے:

''بعض علماء نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ قرآن مجید کی تمام آیتوں میں ابتدا سے لے کر انتہا تک ترتیب اور تناسب ہے۔بقاعی نے اس کے ثبوت میں مستقل تفسیر لکھی ہے، جس کا نام 'نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور' رکھا ہے، لیکن اس کے مطالب جو تفسیروں میں نقل کیے گئے ہیں، ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زبردستی تناسب پیدا کیا ہے اور اس قسم کا تناسب دنیا کی نہایت مختلف بلکہ متناقض چیزوں میں بھی پیدا ہوسکتا ہے۔مولوی حمیدالدین صاحب اسی اخیر رائے کے مدّعی ہیں، یعنی یہ کہ ایک سورہ میں جس قدر آیتیں ہیں، ان میں ضرور کوئی قدر مشترک ہے اور اس لحاظ سے وہ سب آیتیں باہم متناسب ہیں۔ان کا دعویٰ ہے کہ جس طرح ہر کتاب کا کوئی خاص موضوع (سبجکٹ) ہوتا ہے، اسی طرح ہر سورہ کا ایک خاص موضوع ہے، اور تمام آیتیں بالذات یا بالواسطہ اسی موضوع سے متعلق ہوتی ہیں... مصنف نے تمام سورتوں میں تناسب کا دعویٰ کیا ہے اور نہایت دقتِ نظر سے ہر جگہ اس کو ثابت کیا ہے۔(حوالہ سابق، ص۱۴-۱۵)

اس تفصیل سے واضح ہے کہ علامہ شبلی قرآن میں نظم اور اس کی آیات میں ترتیب و مناسبت کے قائل نہیں ہیں اور شاہ ولی اللہ کا نظریہ بھی یہی ہے کہ قرآن نے عربوں کے خطبات کا انداز اختیار کیا ہے۔مولانا مودودی کا نظریہ بھی یہی ہے۔وہ اعلان کرتے ہیں کہ قرآن کی زبان خطبات کی زبان ہے، اس لیے ان میں ویسی ہی بے ربطی اور بے ترتیبی ہے جو عربوں کے خطبات میں ہوتی تھی۔دوسرا نظریہ انھوں نے یہ پیش کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کہ قرآن مجید کی سورتیں ان تقریروں پر منحصر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی تھیں۔ قرآن مختلف خطبات کا مجموعہ ہے۔ عرب فصیح و بلیغ تھے، لہٰذا یہ خطبات بھی فصاحت و بلاغت میں ممتاز ہیں اور معجزہ ہیں۔ جب کہ مولانا فراہی نہ قرآن کی زبان کو خطبات کی زبان مانتے ہیں اور نہ قرآن کو تقریروں کا مجموعہ قرار دیتے ہیں۔ اسی سے واضح ہو جاتا ہے کہ مولانا فراہی اور مولانا مودودی کے نظریات میں فرق ہے۔

مولانا مودودی فرماتے ہیں:

''یہ تو سب کو معلوم ہے کہ قرآن مجید ابتداءً لکھے ہوئے رسالوں کی شکل میں شائع نہیں کیا گیا تھا، بلکہ دعوت اسلامی کے سلسلے میں حسب موقع وضرورت ایک تقریر نبی ﷺ پر نازل کی جاتی تھی اور آپ اسے ایک خطبے کی شکل میں لوگوں کو سناتے تھے۔ تقریر کی زبان اور تحریر کی زبان میں فطرۃً بہت بڑا فرق ہوتا ہے''۔
(تفہیم القرآن، جلد اول، ص ۸)

آگے یہ وضاحت کرتے ہوئے کہ تقریر میں متکلم اور مخاطب بار بار بدلتے ہیں، اس لیے صیغے بھی بدلتے رہتے ہیں، مزید فرماتے ہیں:

''تقریر میں یہ چیز ایک حسن پیدا کرتی ہے، مگر تحریر میں آ کر یہی چیز بے جوڑ ہو جاتی ہے۔ یہی وجوہ ہیں کہ جب کسی تقریر کو تحریر کی شکل میں لایا جاتا ہے تو اس کو پڑھتے وقت آدمی لازماً ایک طرح کی بے ربطی محسوس کرتا ہے اور یہ احساس اتنا ہی بڑھتا جاتا ہے، جتنا اصل تقریر کے حالات اور ماحول سے آدمی دور ہوتا جاتا ہے۔ خود قرآنِ عربی میں بھی ناواقف لوگ جس بے ربطی کی شکایت کرتے ہیں، اس کی اصلیت یہی ہے''۔ (حوالہ سابق، ص ۹)

اس بے ربطی کے ازالہ کا مولانا مودودی نے کیا طریقہ اختیار کیا ہے، آگے انھوں نے اس کی بھی وضاحت کی ہے۔ لکھتے ہیں:

''اس کو دور کرنے کے لیے اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ تفسیری حواشی کے ذریعے سے ربط کلام کو واضح کیا جائے، کیوں کہ قرآن کی اصل عبارت میں کوئی کمی بیشی کرنا حرام ہے، لیکن کسی دوسری زبان میں قرآن کی ترجمانی کرتے ہوئے اگر تقریر کی زبان کو احتیاط کے ساتھ تحریر کی زبان میں تبدیل کر لیا جائے تو بڑی آسانی کے ساتھ یہ بے ربطی دور ہو سکتی ہے۔'' (حوالہ سابق)

تعجب ہے کہ مولانا مودودی تو بار بار بے ربطی کا ذکر فرماتے ہیں، لیکن محترم الکاف صاحب اور اصلاحی صاحب ان کے اوپر مولانا فراہی کے نظریۂ نظم قرآن کو تھوپ رہے ہیں۔ کوئی بھی شخص جو کھلے دل سے مولانا مودودی کی تفہیم القرآن اور ترجمۂ قرآن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے مقدمات کا مطالعہ کرے گا وہ محسوس کرے گا کہ مولانا مودودی نظریۂ نظم قرآن کے قائل نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے وہ قرآن مجید کی فصیح و بلیغ تقریری زبان کی بے ربطی کو ترجمانی اور تفسیری حواشی سے دور کرنے کا مشورہ دیتے ہیں اور خود انھوں نے ایسا ہی کیا ہے۔

جناب الکاف صاحب نے مولانا فراہی کے نظریہ کو مولانا مودودی پر منطبق کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ان کے استدلالات صحیح نہیں ہیں۔ مثلاً انھوں نے 'قرآن کریم کا کلّی نظم' کے ذیلی عنوان کے تحت سورۂ فاتحہ کا تذکرہ کیا ہے۔ مولانا مودودیؒ کے نزدیک ''قرآن اور سورۂ فاتحہ کے درمیان حقیقی تعلق کتاب اور اس کے مقدمہ کا سا نہیں، بلکہ دعا اور جواب دعا کا سا ہے'' جب کہ مولانا فراہیؒ کے نزدیک ''یہ سورہ قرآن کا دیباچہ اور بالاجمال اس کے تین علوم کی جامع ہے، چنانچہ دیباچۂ قرآن اور جامع علوم سہ گانہ ہونے کی وجہ سے یہ خود مستقل قرآن ہے'' دونوں مفکرین کے انداز فکر میں جو فرق ہے وہ اظہر من الشّمس ہے۔

'سورتوں کا اندرونی نظم' اور 'سورتوں کا ربط باہمی' کے زیر عنوان جناب الکاف صاحب نے اور مولانا نعیم الدین اصلاحی نے اپنے مضمون میں جو کچھ لکھا ہے وہ نظم سے متعلق نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق مضامینِ قرآن کی تکرار سے ہے۔ پورے قرآن میں مضامین کی تکرار پائی جاتی ہے۔ القرآن یفسّر بعضه بعضاً۔ مفسّر آیاتِ قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے سیاق وسباق کے حوالے تو دیتا ہی ہے۔ اسے نظم قرآن سے جوڑنا صحیح نہیں۔ پورے قرآن میں توحید، رسالت، معاد، جنت وجہنم، قیامت وغیرہ کے بنیادی عقائد کا بیان جا بہ جا مل جائے گا۔ ان کی تشریحات کے ضمن میں سیاق وسباق کے حوالوں میں جو یکسانیت پائی جاتی ہے وہ تکرار ہے، نظم نہیں ہے۔

مولانا فراہی اور ان سے قبل جن لوگوں نے بھی نظم قرآن پر لکھا ہے، سب نے بہت کھینچ تان کی ہے۔ عمود نکالنا، نظم کلّی تلاش کرنا، سورتوں کا اندرونی نظم ثابت کرنا، دو سورتوں کے درمیان نظم ڈھونڈنا، سورتوں کو جوڑے جوڑے قرار دینا، یہ سب عقلی ورزش ہے، ایجادِ بندہ ہے، مولانا فراہیؒ نے تو یہ سب کام کیے ہیں، لیکن مولانا مودودیؒ کی طرف ان کاموں کو منسوب کرنا اور نظریۂ نظم قرآن کے معاملے میں انھیں مولانا فراہیؒ کا مقلّد قرار دینا صحیح نہیں۔

[نوٹ: تحقیقاتِ اسلامی کے باشعور قارئین کے سامنے زیرِ بحث موضوع کے دونوں پہلو آگئے ہین۔ اس لئے اس سلسلے کو اب موقوف کیا جاتا ہے۔ ادارہ]

© rasailojaraid.com